© rasailojaraid.com

واقعات و حالات کی رعایت کی جاتی تھی' اور ان کا لحاظ کر کے ایک مخصوص اور متعین ہدایت دی جاتی۔ اسی لیے ان احادیث میں جو کسی ایک ہی عام موضوع سے متعلق مروی ہیں'ہم مختلف اور متنوع ہدایات پاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مربی تھے' آپ' (بجرد احکام سنانے کے بجائے) لوگوں کی (حسبِ حال) تربیت فرماتے' اور جیتے جاگتے حالات کا سامنا کرتے۔ آپ' ان (مختلف) حالات کا سامنا جامد احکام سے نہ کرتے۔

مرض کے سلسلے میں کوئی تفصیل نہ مل سکی۔ ہاں' فقہاء کے اقوال موجود ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ یہ حکم مطلق ہے' اور ہر اس حالت سے متعلق ہے جس پر "مرض" کا اطلاق ہوتا ہو۔ مرض کی نوعیت یا اس کے درجہ و مقدار کی کوئی تحدید و تعیین نہیں ہے' نہ یہ شرط ہے کہ مرض کی شدت کا خوف ہو۔ البتہ روزہ رکھنے کی صورت میں ہر روزے کے بدلے میں ایک روزے کی قضا واجب ہے' اور راجح یہ ہے کہ قضا کے روزوں کا مسلسل رکھنا ضروری نہیں ہے۔

اس تفصیل میں جانے سے میرا مقصد فقہی اختلافات کی بحثوں میں پڑنا نہیں ہے' عبادات کے سلسلے میں ایک اصولی قاعدے کو بیان کرنا ہے۔ نیز شعوری کیفیت پیدا کرنے سے ان عبادات کے محکم ربط کو واضح کرنا ہے۔ مقصد کے شعور کی یہ کیفیت عبادت گزار کے رویہ' زندگی پر فیصلہ کن اثرات ڈالتی ہے' نیز اس کے قلب و ضمیر کی تربیت' اس کی عبادات کی بہترین ادائیگی' اور زندگی میں اس کی روش کی عمدگی و خوبی کے لیے سب سے زیادہ اور سب سے پہلے قابل اعتماد ذریعہ ہے۔ یہ ایک پہلو ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہم اس دین کو' اس کے تمام احکام کے ساتھ' اطاعت و تقویٰ کے جذبات کے تحت' اس طرح اپنائیں جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ اس دین کو ہم "من حیث المجموع" اس کی رخصتوں اور عزیمتوں کے ساتھ' ایک متوازن اور ہم آہنگ کُل کی حیثیت میں' اس طرح اختیار کریں کہ ہمیں اللہ (کے قانون) کے بارے میں طمانیت قلب' اس کی حکمت پر یقین اور اس کے تقویٰ کا شعور ہو۔

(ماخوذ سید قطب شہید' فی ظلال القرآن' جلد اوّل)

انسان کی صلاحیتِ کار پر روزے کا اثر

اس زمانہ میں جو لوگ مغرب کے مادہ پرستانہ فلسفۂ زندگی سے متاثر ہیں' وہ روزے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاف یہ اعتراض اٹھاتے ہیں کہ اس سے انسان کی صلاحیتِ کار اور اس کی قوتِ کارکردگی بہت کم ہو جاتی ہے جس سے فرد اور معاشرہ دونوں کو بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ اعتراض کرنے والے دو بنیادی حقیقتیں نظرانداز کر دیتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ ان لوگوں کی نظر میں جو کچھ قدر و قیمت ہے وہ محض اس کے مادی وجود کی ہے۔ اس کے روحانی وجود کی ان کی نگاہوں میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ان کے نزدیک جس طرح ایک فربہ بیل زیادہ ہل چلا سکتا ہے، اسی طرح ایک آسودہ اور پیٹ بھرا آدمی زیادہ کام کر سکتا ہے۔ یہ لوگ سیدنا مسیحؑ کی اس حکمت سے بالکل ناآشنا ہیں کہ "آدمی صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس کلمہ سے جیتا ہے جو خداوند کی طرف سے آتا ہے۔" اسی طرح یہ لوگ اس حقیقت سے بھی بالکل بے بہرہ ہیں جس کی طرف ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا، انی ابیت 'لِیْ مُطْعِمٌ یطعمنی وساق یسقینی (میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے)۔

انسان اگر صرف گوشت پوست کا مجموعہ ہے تب تو بلاشبہ ان معترضین کے اعتراض کے اندر کچھ وزن ہے۔ لیکن اگر انسان کے اندر روح نامی کوئی شے بھی ہے تو سوال یہ ہے کہ اس کی تازگی و توانائی کے لیے بھی کوئی غذا اور تدبیر ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو کیا یہی دودھ مکھن، جن سے ہمارے جسم کی پرورش ہوتی ہے، اس کے لیے بھی کافی ہیں، یا اس کے لیے کسی اور تدبیر و غذا کی ضرورت ہے؟ مذہب اس سوال کا جواب یہ دیتا ہے کہ انسان کے اندر روح کا جوہر ارضی نہیں بلکہ آسمانی اور خدائی ہے، اس وجہ سے اس کی غذا اس زمین سے نہیں، بلکہ خدا کے تعلق و توصل اور اس کے کلام و الہام سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کا تعلق خدا سے قریب تر اور قوی تر اس وقت ہوتا ہے جب یہ جسم کے (جو اس کے لیے صرف ایک مرکب کی حیثیت رکھتا ہے) تقاضوں، اس کی خواہشات اور اس کے جذبات و میلانات سے فی الجملہ آزاد ہوتی ہے۔ جب تک یہ انھی سفلی پابندیوں میں گرفتار رہتی ہے، اس وقت تک یہ ان بلندیوں میں پرواز نہیں کر سکتی جو اس کی فطرت کے لحاظ سے اس کی اصلی جولانگاہ ہیں، اور جن میں پرواز کرنے ہی سے اس کے وہ شاہینی کارنامے ظہور میں آتے ہیں جو اس کی فطرت کے اندر ودیعت ہیں۔

روزہ روح کو یہ آزادی دلانے کا سب سے زیادہ موثر ذریعہ ہے۔ اس سے انسان کے نفس کی جو تربیت ہوتی ہے اس کا سب سے زیادہ نمایاں پہلو یہ ہے کہ روح پر خواہشات و شہوات کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غلبہ کمزور ہو جاتا ہے، انسان کی قوتِ ضبط اور اس کی قوتِ ارادی مضبوط ہو جاتی ہے، اور اس طرح اس کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ، بجائے اس کے کہ وہ ایک فرمانبردار غلام کی طرح ہاتھ باندھے ہوئے اپنی خواہشوں کے پیچھے پیچھے چلے وہ ایک صاحبِ عزم و ایمان کی طرح اپنی خواہشات و جذبات کو اپنے رب کی رضا اور اس کے احکام کے پیچھے لگا دیتا ہے۔

غور کیجئے تو یہیں سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گی کہ انسان کے اندر قوت اور طاقت کا اصلی خزانہ اس کے جسم کے اندر نہیں بلکہ اس کے دل اور اس کی روح کے اندر ہے۔ اگر دل کمزور اور روح پراگندہ ہو تو نہایت راحت و تنعم میں پلے ہوئے جسموں کا حال یہ ہوتا ہے کہ گویا وہ لکڑی کے کندے ہیں جن کو خوبصورت پوشاک پہنا کر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ قرآن نے ایسے لوگوں کو خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور ان کے خوف و بزدلی کی تصویر اس طرح کھینچی ہے کہ یَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ۔ دنیا کے کسی گوشہ میں بھی کوئی خطرہ نمودار ہو، ان کے دل دھڑکنے لگتے ہیں کہ ہو نہ ہو یہ بجلی ہمارے خرمن پر گرنے والی ہے۔ برعکس اس کے جن کی روح بیدار، جن کے دل پر عزم اور جن کے حوصلے بلند ہوتے ہیں، وہ نانِ جویں پر گزارہ کر کے بھی بازوئے حیدرؓ کے کارنامے دکھاتے ہیں۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن نے اشارہ فرمایا ہے كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ (کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آگئیں)۔ اور اسی چیز کی طرف شاعر نے بھی اشارہ کیا ہے۔

مجھے یہ ڈر ہے دلِ زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

دوسری حقیقت جس سے یہ معترضین غفلت برت رہے ہیں وہ یہ ہے کہ کسی چیز کی حقیقی قدر و قیمت کا اندازہ اس کے وقتی اثرات و نتائج سے نہیں لگایا جاتا ہے، بلکہ اس مستقل اور پائیدار اثر سے اس کا اندازہ کیا جاتا ہے جو زندگی پر اس کا پڑتا ہے یا متوقع ہوتا ہے، بشرطیکہ صحیح طور پر اس کو برتا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک دوا تقویتِ قلب و دماغ کے لیے نہایت مفید و مجرب ہو، اس کے اثرات نہایت پائیدار مترتب ہوتے ہوں، لیکن فوری طور پر اس کا ردِ عمل سستی یا اعضا شکنی یا خمار کی صورت میں نمایاں ہوتا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس دوا کے اس فوری اثر کو دلیل قرار دے کر اس کو ایک مضر یا بے قیمت دوا قرار دے دینا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔

ٹھیک یہی حال روزے کا ہے، اس کا فوری اثر ـــــ خاص طور پر خام اور نو مشق لوگوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر ـــــــ تو ضرور کسل اور اضمحلال کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے' جس سے وقتی طور پر ان کی صلاحیتِ کار بھی متاثر ہوتی ہے۔ لیکن دیکھنے کی چیز اس کا یہ وقتی اثر نہیں ہے' بلکہ وہ پائیدار اثر ہے جو انسان کے ظاہر و باطن پر (بشرطیکہ اس کو ٹھیک برتا جائے) اس کا مترتب ہوتا ہے۔

روزے کے لیے عربی میں صوم کا لفظ ہے۔ اس لفظ کی لغوی تحقیق (سے معلوم ہوتا ہے) کہ ابتداء یہ لفظ ان گھوڑوں کے لیے استعمال ہوا جن کو جوانی پر آنے کے بعد' جنگ کے لیے تیار کیا جاتا' اور اس تیاری کے لیے بتدریج ان کا چارہ اور دانہ کم کیا جاتا تاکہ ان کا بدن بھاگ دوڑ کے لیے سبک نکل آئے' اور وہ میدان جنگ کی سختیوں اور بھوک پیاس کی مشقتوں کو برداشت کرنے کے اچھی طرح قابل ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ گھوڑوں پر یہ عمل اس لیے نہیں کیا جاتا تھا کہ اس سے ان کی قوتِ کارکردگی کم ہو جائے' بلکہ مقصود اس سے ان کی قوتِ کارکردگی کو زیادہ سے زیادہ بڑھانا ہوتا تھا' تاکہ وہ اپنے مقصدِ تخلیق کے لیے پوری طرح کار آمد ہو جائیں۔ ایک پلے ہوئے گھوڑے پر اگرچہ اس ٹریننگ کا فوری اثر اچھا نہیں پڑتا' وہ کمزور اور لاغر ہو جاتا ہے' لیکن ٹریننگ دینے والے اس کے اس پائیدار اثر کو نگاہ میں رکھتے ہیں جو گھوڑے کو ہر سختی و نرمی کے برداشت کے قابل بنا دیتا ہے' اور جس سے وہ تھان پر بندھے ہوئے ایک پُرخور جانور کے بجائے میدان جنگ کا ایک سخت کوش اور جاں باز سپاہی بن جاتا ہے۔

یہی صوم (روزہ) ہے جو مذہب نے انسانوں کی ظاہری و باطنی تربیت کے لیے تجویز فرمایا ہے' اور مقصود اس سے ان کی صلاحیت کار کو ضعیف کرنا نہیں ہے بلکہ اس صلاحیتِ کار کو صبر اور تقویٰ کی بنیاد پر زیادہ سے زیادہ مستحکم کر دینا ہے' تاکہ انسان حق کی مخالف طاقتوں کے مقابل میں' خواہ یہ طاقتیں شیطانی ہوں یا انسانی' جہاد کا اہل ہو سکے' قرآن اور حدیث پر نگاہ رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ روزے کے بنیادی مقصد دو بیان کیے گئے ہیں۔ تقویٰ اور صبر۔ تقویٰ یہ ہے کہ آدمی زندگی کے ہر مرحلہ میں اور ہر قسم کے حالات میں اپنے نفس کو حدودِ الٰہی کا پابند رکھے۔ صبر یہ ہے کہ اس راہ میں خارج سے یا اس کے اپنے باطن سے جو مشکلات و موانع بھی سر اٹھائیں ان کا پورے عزم و جزم کے ساتھ مقابلہ کرے اور ان کے آگے سپر انداز نہ ہو۔ یہ جہاد زندگی بھر کا جہاد ہے۔ رمضان کے مہینہ میں ہر مسلمان اسی جہاد کی ٹریننگ حاصل

باقی بر صفحہ ۵۵

© rasailojaraid.com